فرائض کے بعد کی اجتماعی دعا

کا ثبوت اور درجہ

مصدقہ

حضرت مولانا محمد تقی عثمانی مدظلہم العالی

حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف سکھروی مدظلہم
نائب مفتی جامعہ دارالعلوم کراچی

مکتبۃ الاسلام کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین رحمہم اللہ کہ:

(۱) ...... کیا فرض نماز کے بعد امام کا اجتماعی طور پر دعا کرنا اور مقتدیوں کا آمین آمین کہنا حدیث وسنت سے ثابت ہے، اگر ثابت ہے تو حوالہ تحریر فرمائیں اور اگر ثابت نہیں تو کیا اسے بدعت کہنا صحیح ہوگا جیسا کہ بعض حضرات کہتے ہیں (خصوصاً سعودی عرب میں)

(۲) ...... نماز کے علاوہ دیگر کسی اہم مواقع پر مثلاً میت کیلئے یا درسِ قرآن وحدیث یا وعظ وتبلیغ کے موقع پر اجتماعی طور پر دعا کرنا صحیح ہے یا یہ بھی بدعت ہے، جیسا کہ ایک عالم حکیم محمود دیوبندی صاحب نے اپنی ایک زخیم کتاب میں لکھا ہے اور کوئٹہ (ژوب) سے شائع کیا ہے۔

(۳) ...... حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ "النفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد

المکتوبۃ" (مکتبہ تھانوی) میں مولانا عبدالحیٔ علیہ الرحمۃ کے فتویٰ کا حوالہ ہے اس میں ایک حدیث لکھی ہے کہ "ایک صحابیؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے فجر کی نماز پڑھی، آپ نے سلام پھیرا اور ہماری طرف مڑ گئے، پھر ہاتھ اٹھایا اور دعا کی"۔ (مصنف عبدالرزاق)

لیکن ایک صاحب نے مجھے جدّہ میں یہ کتاب طبع شدہ دکھائی جسے دار السّلفیہ والوں نے چھاپا ہے اس میں حدیث کا آخری ٹکڑا یعنی "ثم رفع یدیہ ودعا" نہیں ہے۔ دریافت طلب یہ امر ہے کہ صحیح حدیث کیا ہے اور یہ اختلاف کیوں ہے؟

المستفتی

نیازمند، صباحسن

الجواب حامداً ومصلیاً

(۱) ...... فرض نمازوں کے بعد اجتماعی طور پر دعا کرنے کا جو طریقہ رائج ہے، یہ درست ہے، اسکو بدعت کہنا صحیح نہیں محققین علماء اور فقہاءِ دارالعلوم دیوبند کی یہی تحقیق ہے، اسی پر اُن کا عمل ہے، اس موضوع پر ان حضرات کے مدلّل فتاوی اور تحقیقی رسائل موجود ہیں مثلاً حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک رسالہ ''استحباب الدعوات عقیب الصلوٰۃ '' ہے اور ایک رسالہ حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحبؒ کا ''النفائس المرغوبة فی حکم الدعاء بعد المکتوبة '' ہے۔

ان تمام اکابرِ فقہاءِ کرامؒ نے احادیثِ طیبہ اور چاروں اماموں کی معتبر کتابوں کے حوالوں سے فرائض کے بعد کی جانے والی دعا کو نہ صرف جائز بلکہ سنّتِ مستحبہ قرار دیا ہے۔

اور ان اکابرؒ نے ان رسائل میں ایسی واضح واضح احادیثِ طیبہ جمع فرمائی ہیں جن سے امام، مقتدی اور منفرد سب کے واسطے فرض نماز کے بعد دعا کا سنّت ہونا ثابت ہوتا ہے اور جب ان سب کیلئے یہ دعا سنّت ہے تو فرائض کے بعد امام اور مقتدی جب اس سنّت پر عمل کرتے ہوئے دعا کریں گے تو ضمناً خود بخود اجتماع ہو جائے گا، لیکن یہ

اجتماع ایک ضمنی چیز ہے اور جائز ہے اس کیلئے الگ سے صریح اور مستقل ثبوت کا طالب ہونا اور ثبوت نہ ملنے پر اس کو بدعت قرار دینا درست نہیں بلکہ مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرائض کے بعد ہونے والی اجتماعی دعا کے بارے میں ایک رسالہ تحریر کیا ہے جس کا نام ''التحفة المرغوبة فی افضیلة الدعاء بعد المکتوبة'' ہے اس میں مخدوم صاحبؒ نے اس اجتماعی دعا کے بدعت قرار دینے والوں کو مفصّل جواب دیا ہے۔

چنانچہ اس رسالہ کا اقتباس ملاحظہ ہو:۔

قلت فثبت بجميع ماذكرنا فی هذين الفصلين من الأحاديث النبوية والروايات الفقهية ان الدّعا بعد المكتوبة سنة فان قيل قد ذكر الشيخ عبد الحق الدهلوی رحمه الله فی شرحه علی الصراط المستقيم مالفظه . اما اين دعا كه آئمه مساجد بعد از سلام نماز ميكنند ومقتديان ، آمين آمين ميگويند چنانكه الان درديار عرب وعجم متعارف ست از عادت پيغمبر صلی اللّه عليه وسلم نبود ودرين باب هيچ حديثی ثابت نشده وبدعتی است مستحسن اهـ فما الجواب عنه ؟ قلت الجواب عنه علی وجوه الوجه الأوّل أنه قال العلامة فتح محمد بن الشيخ عيسی

الشيطارى صاحب مفتاح الصلاة فى كتابة المسمى بفتوح الأوراد ماحاصله ان الشيخ عبد الحق انما حكم بكونه بدعة لانه لم يطلع على الأحاديث المرويه فى الصحاح الستة وغيرها الواردة فى الأدعية الماثورة بعد الصلاة انتهى.

ولهذا قال "درين باب هيچ حديثى وارد نشده"

الوجه الثانى أنه اى الشيخ عبد الحق ان اراد ان اصل الدعاء بعد الصلاة بدعة فلاريب ،ان قوله غير صحيح لكونه مردوداً بجميع ماذكرنا فى هذين الفصلين من الأحاديث النبوية والروايات الفقهية الدالة علىٰ سنية الدعاء بعد المكتوبة.

الوجه الثالث أنه اى الشيخ عبد الحق ان أراد ان الدعاء بعد الصلاة بهذه الكيفية المخصوصة من رفع اليدين وقول آمين آمين من المقتدين بدعة فهو غير صحيح أيضا لان رفع اليدين من سنن الدعاء أيضا وقول آمين آمين من السامعين من سنن الدعاء أيضا وان كانت هذه الامور سنناً مستحبة لامؤكدة والأمر المركب من السنن المأثورة لايصح القول بكونه بدعة أما كونه رفع اليدين سنة الدعاء

فثابت بالاحاديث النبوية والروايات الفقهية أما الأحاديث فمنها ماأخرجه أبو داؤد عن خلاد بن السائب عن أبيه أو عن السائب بن يزيد عن أبيه قال كان رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم اذا دعا رفع يديه ومسح وجهه بيديه . (رواه الطبرانى فى معجمه الكبير)

وأما كون مسح الوجه باليدين بعد الفراغ من الدعاء سنة الدعاء فثابت أيضاً بالاحاديث والروايات الفقهية أما الأحاديث فمنها ماقدمنا أنفا فى احاديث رفع اليدين من رواية أبى داؤد والطبرانى .

ومنها ماأخرجه الترمذى عن عمر بن الخطاب رضى اللّه عنه قال كان رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم واذا رفع يديه فى الدعاء لم يردّها حتى يمسح بهما وجهه .

ومنها ماأخرجه ابن ماجه عن ابن عباس رضى اللّه عنهما قال قال رسول اللّه صلى اللّه عليه وسلم اذا فرغت من الدّعاء فامسح بيديک وجهک .

وأما الروايات الفقهية : فهى اكثر من ان تحصى قد ذكرنا فى هذه الرسالة سابقا ولاحقا شيئا منها نقلا عن نور الايضاح وشرحه امداد الفتاح ومواهب الرحمن وشرحه

البرهان والعقائد السنية ومنهج العمال وغيرهما .

وأما كون قول المقتدين . آمين آمين سنة الدعاء فثابت أيضا بالاحاديث والروايات الفقهية .

أما الاحاديث : فمنها ماقال الجزری فی حصنه أن من آداب الدعاء تأمين المستمع . رواه البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی .

ومن آدابه مسح وجهه بيديه بعد فراغ الدعاء رواه أبو داؤد والترمذی وابن ماجه وابن حبان فی صحیحه والحاکم فی مستدرکه .

ومنها ان اللّٰه سبحانه وتعالیٰ لمّا أمر موسیٰ وهارون عليهما السلام بالدعا جعل موسیٰ يدعو وجعل هارون يقول آمين ، آمين فاجاب اللّٰه تعالیٰ دعائهما كما بينه اللّٰه تعالیٰ فی القرآن العظيم يقول :قال قد أجيبت دعوتكما، كما فی كتب التفاسير .

وأما الروايات الفقهية : فمنها ما ذكرنا سابقا عن نور الايضاح وشرحه امداد الفتاح وغيرهما ومنها غير ذلک .

خلاصہ یہ کہ فرائض کے بعد اجتماعی دعا کے تمام اجزاء یعنی نفسِ دعا اور دونوں ہاتھ اٹھانا، آمین کہنا اور ختمِ دعا پر دونوں ہاتھ چہرہ پر پھیرنا،

سب احادیثِ طیبہ سے ثابت ہے لہذا اس کے مجموعہ کو بدعت کہنا درست نہیں ہے۔

البتہ یہ دعا آہستہ اور چپکے چپکے مانگنا افضل ہے کیونکہ قرآن وسنّت میں اس کی زیادہ ترغیب دی گئی ہے اور اگر کبھی کبھی امام بلند آواز سے دعا کرے اور مقتدی اس پر آمین کہیں تو تعلیماً یہ بھی جائز ہے لیکن واضح رہے کہ فرائض کے بعد کی مذکورہ دعا کا درجہ تفصیلِ بالا کی روشنی میں بہت سے بہت سنّتِ مستحبہ ہے لہذا اس دعا کو اس کے اسی درجہ میں رکھتے ہوئے کرنا چاہئے۔

بعض لوگ اس دعا کو فرض وواجب کی طرح ضروری سمجھتے ہیں اور اسی درجہ میں اس پر عمل کرتے ہیں سو یہ واجبُ الترک ہے، اسی طرح بعض لوگ اس کا التزام کرتے ہیں کہ امام اور مقتدی سب مل کر ہی دعا کریں، ابتداء بھی ساتھ ہو اور انتہا بھی ساتھ ہو جیسا کہ بعض مساجد میں دیکھا جاتا ہے کہ امام کی دعا کے شروع میں مؤذن زور سے الحمد للّٰہ رب العالمین پڑھتا ہے اور جب امام دعا ختم کرتا ہے تو برحمتک یا أرحم الراحمین ، پکار کر کہتا ہے اسکو ترک کرنا ضروری ہے کیونکہ اس التزام کا نتیجہ یہ ہے مقتدی حضرات امام کی دعا کا انتظار کرتے رہتے ہیں کوئی مقتدی امام کی دعا سے پہلے اپنی دعا نہیں کرسکتا، ورنہ لوگ اس پر طعن کرتے ہیں اور اس کے اس عمل کو معیوب سمجھتے ہیں حالانکہ اوپر لکھا جاچکا ہے کہ اس دعا میں اجتماع اصل مقصود نہیں بلکہ وہ ایک ضمنی چیز ہے لہذا تابع

کو اصل دعا کے درجہ سے آگے بڑھانا بھی درست نہیں جتنی دیر چاہے امام دعا کرے اور جتنی دیر چاہے مقتدی دعا مانگے، دونوں ایک دوسرے کے تابع نہیں ہیں، مقتدی کو اختیار ہے کہ اپنی مختصر دعا مانگ کر چلا جائے اور چاہے امام کے ساتھ دعا ختم کرے اور چاہے امام کی دعا سے زیادہ دیر تک دعا کرتا رہے ہر طرح جائز ہے اور ہر طرح فرائض کے بعد کی یہ سنّتِ مستحبہ ادا ہو جاتی ہے۔

(۲) ...... درسِ قرآن یا درسِ حدیث یا وعظ و تبلیغ کے موقعہ پر اجتماعی طور پر دعا کرنا بلاشبہ جائز ہے اور حدیثِ ذیل اور صحابی کے عمل سے ایسی اجتماعی دعا کرنا صراحت کے ساتھ ثابت ہے اور تعامل امت بھی اسکے جائز ہونے کی مستقل دلیل ہے لہذا اس کو بدعت قرار دینا درست نہیں ہے۔

مجمع الزوائد میں ایک مستقل باب اس موضوع سے متعلق ہے ذیل میں اس کو نقل کیا جاتا ہے ملاحظہ ہو:۔

باب التأمين على الدعاء :عن أبي هبيرة عن حبيب بن مسلمة الفهري وكان مستجابا انه امر على جيش فدرب الدروب فلما لقى العدو قال للناس ، سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم

يقول لايجتمع ملأ فيدعوا بعضهم ويؤمن سائرهم الأأجابهم الله ثم انه حمد الله واثنى عليه وقال اللهم احقن دمائنا واجعل اجورنا اجور الشهداء فبيناهم على ذلک اذ نزل الهبناط أمير العدو فدخل على حبيب سرادقه. رواه الطبراني وقال الهبناط بالرومية صاحب الجيش ورجاله رجال الصحيح غير ابن لهيعة وهو حسن الحديث . (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد للهيثمي ج: ۱۰/ ۱۷۰)

اور مسلم شریف کی حدیثِ ذیل بھی اجتماعی ذکر کے بعد اجتماعی دعاء و استغفار کے بارے میں ہے:۔

وفي رواية مسلم قال ان الله ملائكة سيّارة فضلا يتبغون مجالس الذكر فاذا وجدوا مجلسا فيه ذكر قعدوا معهم وحف بعضهم بعضا باجنحتهم حتى يملؤا ما بينهم وبين السّماء الدنيا فاذا تفرقوا عرجوا صعدوا الى السمآء قال فيسألهم الله وهو أعلم من أين جئتم فيقولون جئنا من عند عبادک في الارض يسبحونک ويکبرونک ويهللونک ويحمدونک ويسئلونک قال وماذا يسئالونی قالوا يسئلونک جنتک قال وهل رأوجنتي قالوا لا اى رب قال

وكيف لو رأواجنتي قالوا يستجيرونك قال ومما يستجيروني قالوا من نارک قال وهل رأواناری قالوا لا قال فكيف لو رأواناری قالوا يستغفرونک قال فيقول قد غفرت لهم فاعطيتهم ماسألوا وأجرتهم مما استجاروا قال يقولون رب فيهم فلان عبد خطأ وانما مرّ فجلس معهم قال فيقول وله غفرت هم القوم لايشقىٰ بهم جليسهم اھ .(مشکوٰۃ ج:۱،ص:۱۹۷)

(۳) ...... حدیث مذکور میں یہ حصہ ”فلما سلم انحرف ورفع يديه ودعا“ کے بارے میں جامعہ دارالعلوم کراچی کے درجہ تخصص فی الفقہ کے فاضل مولوی عبدالمالک سلمہ نے تحقیق کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں ”رفع يديه ودعا“ کے الفاظ ثابت نہیں ہیں، ذیل میں ان کی تحقیق نقل کرتا ہوں:۔

عن الأسود العامری عن ابيه قال : صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم فلما سلم انحرف رفع يديه ودعا.

كذا هذا الحديث العلامة محمد بن الزبيد فى رسالته سنية رفع اليدين فى الدعاء بعد الصلوات المكتوبة لمن شاء ص:۲۰۲ ، المطبوعة فى آخر ”المعجم الصغير“

لطبرانى معزيالمصنف ابن ابى شيبه وتبعه فى مسلك السادات الى سبيل الدعوات وتلخيصه المطبوع فى اخر الجزء الاول من امداد الفتاوىٰ ونقل الحديث كذالک العلامة البنورى فى معارف السنن ج:۳، ص:۱۲۳ ، والعلامة العثمانى فى اعلاء السنن اعتمادا على ابن الزبيدى وغيره ولكن الحديث مذكور فى الموضعين من مصنف ابن ابى شيبة .

الاوّل: كتاب الصلوٰة : باب من كان يستحب اذا سلم أن يقوم أو ينحرف .

الثانى: كتاب الرد على ابن أبى حنيفة ليس فى أحد الموضعين زيادة ”رفع يديه ودعا“ وانما الحديث الى قوله ”فلما سلم انحرف“ راجع المصنف لابن أبى شيبة ج :ص:۳۰۲،من طبعة ادارة القرآن و ج : ۱، ص:۳۰۲ من طبعة الدار السلفيةطبعة ادارة القرآن ،و ج:۱۴ ص:۱۸۶ من طبعة الدار السلفية بومبائى .

وأخرج هذا الحديث الامام أبوداؤد فى سننه ج: ۱،ص:۱۶۷ كتاب الصلوٰة ، أبواب الامامة باب الامام ينحرف بعد التسليم ، والترمذى فى جامعه ج: ۱،

ص:۲۷، ۴۲۷، أبواب الصلوة، باب ماجاء في الجماعة في مسجد قد صلى فيه، والنسائي في السنن الكبرى ج: ۱، ص: ۳۹۶، باب الانحراف بعد التسليم، وفي المجتبیٰ أيضا ج: ۳، ص: ۶۷، كتاب الصلوٰة، باب الانحراف بعد التسليم ومن طريقة ابن حزم في المحلى ج: ۴، ص: ۲۶۱، كلهم من طريق جابر بن يزيد بن الأسود عن أبيه يزيد بن الاسود العامري رضى الله عنه وليس في حديث أحد منهم زيادة "ورفع يديه ودعا" وبهذا ظهر ان الخطأ في نقل الحديث في موضعين الاوّل في قولهم: ان الحديث لأبي الاسود العامري، والصواب انه ليزيد بن الاسود العامري، والثاني في زيادة هم جملة " رفع يديه ودعا " والصواب حذفها. والله عزوجل أعلم بالصواب انتهیٰ.

البتہ حضرت امام طبرانیؒ نے المعجم الکبیر میں اور علامہ ہیثمیؒ نے مجمع الزوائد (۱۶۹/۱۰) میں اور علامہ سیوطیؒ نے اپنا رسالہ " فض الوعاء في أحاديث رفع اليدين في الدعاء" میں (ص:۸۶) حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی درج ذیل روایت ذکر فرمائی ہے۔

۴۲. عن محمد بن يحيیٰ الأسلمي قال: رأيت عبد الله بن الزبير ورأى رجلا رافعا يديه، يدعو قبل ان يفرغ من صلاته، فلما فرغ منها قال: "ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن يرفع يديه حتى يفرغ من صلاته" رجاله ثقات.

قال الهيثمي في مجمع الزوائد (۱۰/ ۱۲۹) رواه الطبراني وترجم له فقال محمد بن ابي يحيیٰ الأسلمي عن عبد الله بن الزبير، ورجاله ثقات، (فض الوعاص: ۸۶)

ترجمہ

حضرت محمد بن یحییٰ اسلمیؒ فرماتے ہیں میں نے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا اور انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے ہی ہاتھ اٹھائے دعا کر رہا ہے جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا: رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم جب تک نماز سے فارغ نہ ہوتے تھے اس وقت تک (دعا کیلئے) ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے (لہذا تم بھی ایسا ہی کیا کرو)

اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور معتبر ہیں اور یہ حدیث صحیح ہے

اورفرض نماز کے بعد کی جانے والی دعا میں ہاتھ اٹھانے پر واضح طور پر دلالت کررہی ہے نیز مطلق دعا میں ہاتھ اٹھانا صحیح احادیث سے بھی ثابت ہےاوراس کلیہ میں فرائض کے بعد کی دعا بھی شامل ہے اسلئے فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بلاشبہ درست ہے۔ واللہ اعلم

الجواب صحیح
احقر محمد تقی عثمانی عفی عنہ

دار الافتاء – دار العلوم کراچی